فیصلہ سازی اور تنازعات کے حل کے لیے قاضی میں درکار صلاحیتیں: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Skills Required for Judge (Qāzis) in Decision Making and Conflict Resolution: A Study of Islamic Teachings

*Ghulam Yaseen

** Qaria Nasreen Akhtar

*** Muhammad Farman Ali

Abstract

A judge is a pillar of our entire justice system. He is supposed to be a righteous, virtuous, pious, honest, and unbiased person who led a blameless life. Judges must endeavor for the utmost standards of integrity in both their professional and personal lives. He should be knowledgeable about the law (fiqh, Sharī'ah), probing, willing to undertake in-depth legal research, and able to write decisions that are clear, logical and cogent. In Islamic law, a Qazi is comparable to a magistrate or judge in contemporary Western judicial systems. As well as adjudicating disputes, the qazi performs extrajudicial functions, including mediation and managing public works. Within customary justice systems, the Qāzis and religious leaders at large — imams, muftis and the like — occupy a special place. Given their social status, and their knowledge of the Qur'an, they are perceived as the key institution for the 'preservation of Muslim law'. This study will explore the qualities that an ideal judge (Qāzī) should embody, and the

* M Phil Scholar, Department of Islamic Studies, BZU, Multan

* Assistant Professor, Department of Islamic Studies, BZU, Multan

*** Lecturer, Emerson College, Multan

required skills in decision making, conflict resolution and problem solving in the light of Islamic teachings. This study will also point-out the barriers to achieving and exercising those skills and identify number of ways of for judges to be manifested as good judge.

Keywords: Decision-making, conflict resolution, problem solving, Islamic jurisprudence, Islamic Judicial System, Qāzī

اسلام دینِ فطرت ہے جو اپنے ماننے والوں کو فطرت کے عین مطابق احکام کا مکلف بناتا ہے، ان احکام میں سے ایک حکم عدل وانصاف کا قائم کرنا بھی ہے چنانچہ اسلام اپنے ماننے والوں کو تمام انسانیت سے چاہے وہ دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا غیر، سب کے ساتھ ہر سطح پر بلاامتیاز عدل وانصاف کا پُرزور حکم دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا" ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان" [1] بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح فرمایا "اِعْدِلُوْاھواَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى "[2] تم (ہر حال میں) انصاف کرو، یہی پرہیزگاری کے بہت قریب ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا "وَاِذَاحَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ"[3] اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ہمیشہ اپنے قول و عمل سے عدل قائم کرنے کا بھرپور زور دیا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا"إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا"[4] کہ عدل و انصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ کے داہنی جانب یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے ساتھ معاملات میں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ ان آیات و حدیث سے واضح ہوا کہ اسلام عدل وانصاف کا پر زور تقاضا کرتا ہے۔ یاد رہے اور عدل اس وقت تک قائم نہیں کیا جاسکتا جب تک لوگوں درمیان ایک باصلاحیت منصف اور قاضی موجود نہ ہو۔ ذیل میں باصلاحیت قاضی کی ضروت واہمیت بیان کی جاتی ہے تا کہ قاری پر نفسِ مضمون کی معاشرتی اہمیت واضح ہو۔

قاضی کی ضرورت واہمیت

دین اسلام کی اساس امن وسلامتی پر ہی قائم ہے، اسلام دیگر تمام مذاہب سے امن وسلامتی کا زیادہ داعی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے امن کو عظیم نعمت قرار دیتے ہوئے اسے بطور یاد دہانی ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "الذی اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف"[5] جس اللہ نے بھوک کی حالت میں انھیں کھانے کو دیا اور بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا۔"۔ اور بیت اللہ الحرام کی تعمیر کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے جو دعائیں کی ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:"رب اجعل ھذابلدا آمنا وارزق اھلہ من الثمرات...."[6] اے میرے رب! اس کو پرامن شہر بنادیجئے اور یہاں کے رہنے والوں کو قسم قسم کے پھلوں سے رزق عطافرما۔ ملک وملت اور معاشرہ کا امن وسکون انسان کی بنیادی

ضرورت ہے جس کا حصول عدل و انصاف سے ہی ممکن ہے اور عدل و انصاف تب قائم ہو سکتا ہے جب قیادت عادل ہو قاضی ایماندار ہو منصب قضاء کا اہل ہو ورنہ معاشرہ میں عدل قائم کرنا اور اسے امن کا گہوارہ بنانا ناممکن ہے اس لئے اسلام امام اور قاضی کے عادل ہونے کا پرزور حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الإِمَامُ العَادِلُ......"[7] سات لوگ ایسے ہوں گے جو اس دن اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا (ان میں سب سے پہلا شخص) عادل امام ہو گا۔...... لہذا معاشرہ کے امن و سلامتی کے لئے قاضی کا اہل ہونا ناگزیر ہے اس لئے اسلام نے قاضی کی اہلیت کے لئے کئی شرائط مقرر کی ہیں تاکہ معاشرہ کا امن وامان قائم رہے۔ شرائطِ قاضی بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ قضا اور قاضی کی تعریف بیان کی جائے تاکہ قاری کو مضمون مقالہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

قضاء کا معنی اور اس کی شرعی حیثیت

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ قضا کے لغوی معنی "إِحْكامُه وإِمْضاؤُه وَالْفَرَاغُ مِنْهُ" کسی شے کو مضبوط کرنے یا کسی کام کو سرانجام دے کر فارغ ہونے "کے ہیں نیز لغت عرب میں اس کے معانی حکم، قطع، فصل، اور قدر سے ملا ہوا کے بھی ہیں۔ قضا کے اصطلاحِ شرع میں معنی ہیں "شرعی حکم کو واضح کر کے اسے کسی پر لازم کر دینا اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنا"۔[8]

قضا کے احکام کتاب اللہ سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ[9]" آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کریں۔ نیز ارشاد ہے "يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ"[10] اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنادیا لہذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے خود لوگوں کے درمیان متعدد فیصلے کیے۔ نیز آپ ﷺ نے اسلامی سلطنت کے مختلف اطراف میں قاضی مقرر کیے مثلاً حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا حضرت معاذ، حضرت عمرو بن حزم اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنھم کو بھی یکے بعد دیگرے یمن کا قاضی مقرر فرمایا تھا، حضرت علاء حضرمی کو بحرین کا اور حضرت عتاب بن اسید کو فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین نے بھی اس سلسلے کو قائم رکھا لہذا شرعی طور پر قاضی بنانا امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں "لأنه فرض كفاية لكونه أمرا بالمعروف"[11] قاضی بنانا فرض کفایہ ہے کیونکہ یہ امر بالمعروف ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ: " وَقَدْ أَوْجَبَ النَّبِيُّ تَأْمِيرَ الْوَاحِدِ فِي الِاجْتِمَاعِ الْقَلِيلِ الْعَارِضِ فِي السَّفَرِ فَهُوَ تَنْبِيهٌ عَلَى أَنْوَاعِ الِاجْتِمَاعِ"[12] رسول اللہ ﷺ نے سفر کرنے والے چند آدمیوں پر عارضی طور پر بھی لازم قرار دیا کہ وہ دوران سفر اپنا امیر مقرر کریں۔ اس میں تنبیہ ہے کہ اجتماعی زندگی میں قضا کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ شیخ موصوف قاضی کے بارے میں مزید فرماتے ہیں: "وہ فیصلے کے اثرات کے اعتبار سے گواہ ہوتا ہے۔ اور امر و نہی کے اعتبار سے مفتی ہوتا ہے اور فیصلہ صادر کر کے لازم کر دینے کے اعتبار سے صاحب اقتدار کی حیثیت رکھتا ہے۔[13]

تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں قاضی کے لئے درکار منصبی صلاحیتیں

قاضی کی اہلیت اور صلاحیت کا دارومدار مختلف اوقات وحالات پر منحصر ہے کیونکہ جس معاملے میں شریعت نے حد بندی نہیں کی اس کا دارومدار موجودہ احوال اور عرف پر ہی ہوتا ہے۔ لہذا ہمارے موجودہ عرف میں ایک قاضی کو منصب قضا کا اہل ہونے کے لئے حتی الامکان درج ذیل صفات سے متصف ہونا ضروری ہے۔

1۔ مکلفِ شرع (عاقل وبالغ) ہو: کیونکہ غیر مکلف خود کسی کی سرپرستی میں ہوتا ہے لہذا وہ حَکَم وفیصل بننے کا اہل نہیں ہوتا ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ"[14] تین لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا (غیر مکلف ٹھہرایا گیا) سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے یہاں تک کہ اسے احتلام (بالغ) ہو جائے مجنوں سے یہاں تک کہ عقل والا ہو جائے۔ در مختار میں علامہ حصکفی لکھتے ہیں "أن الصبي غير مكلف"[15] بچہ شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔ لہذا منصب قضا کے لئے مکلف شرع یعنی عاقل وبالغ ہونا شرط اول ہے۔

2۔ مرد ہو: رسول اللہ ﷺ اور حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے زمانے اور اسلام کے ابتدائی ادوار میں بڑی فاضل خواتین موجود تھیں، مگر کبھی کسی خاتون کو جج اور قاضی بننے کی زحمت نہیں دی گئی، چنانچہ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عورت کو قاضی اور جج بنانا جائز نہیں، ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) رحمہم اللہ کے نزدیک تو کسی معاملے میں اس کا فیصلہ نافذ ہی نہیں ہوگا، اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک حدود وقصاص کے ماسوا میں اس کا فیصلہ نافذ تو ہو جائے گا مگر پھر بھی اسے قاضی بنانا گناہ ہے۔ چنانچہ امام حصکفی لکھتے ہیں "والمرأة تقضي في غير حد وقود وإن أثم المولي لها لخبر البخاري[16] "لن يفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة"[17] اور عورت حد وقصاص کے ماسوا میں فیصلہ کر سکتی ہے، اگرچہ اس کو فیصلے کے لیے مقرر کرنے والا گناہ گار ہوگا کیوں کہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کر دیا۔

3۔ آزاد ہو: جمہور فقہاء کا موقف ہے کہ قاضی کے لئے آزاد ہونا بھی شرط ہے اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کے حقوق کی ادائیگی میں ہمہ وقت مشغول ہوتا ہے۔ نیز غلام جب شہادت کا بھی اہل نہیں ہوتا تو وہ قاضی کے منصب کا بطریق اولی اہل نہیں ہوگا۔ علامہ ماوردی فرماتے ہیں " غلام مدبر ہو یا مکاتب اور کوئی بھی ایسا شخص جس میں غلامی کا کوئی ادنی جز تک بھی موجود ہو قاضی مقرر نہیں کیا جاسکتا اور اگر کسی ایسے شخص کو قضا کا منصب سونپا گیا تو اس کی یہ ولایت باطل اور اس کا ہر حکم مردود ہوگا اس لیے کہ خود غلام اپنے مالک کی ولایت میں ہوتا ہے چنانچہ دوسروں پر ولایت سپرد کرنا درست نہیں ہو سکتا اور شریعت میں جب اس کی شہادت قابل قبول نہیں تو است قضا کے لئے بھی مقرر نہیں کیا جاسکتا۔[18]

4۔ مسلمان ہو: منصبِ قضا کی اہلیت کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ کیونکہ کسی شخص کی نیکی، دیانت اور شرافت کے مسلّم ہونے کے لیے اسلام میں داخل ہونا ضروری ہے۔ نیز کافر کو مسلمانوں پر تفوق دیتے ہوئے حکمرانی یا عہدۂ قضا دے کر عزت واحترام دینا شرعا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "ولن يجعل الله للكفرين على المؤمنين سبيلا" [19]

چونکہ کافر کو مسلمان پر کوئی سبیل نہیں اور قضا سب سے بڑی سبیل ہے لہذا کافر کو مسلمان پر قاضی نہیں بنایا جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الإِسْلاَمُ يَعْلُو وَلاَ يُعْلَى "[20] اسلام بالا دست ہے بالا دستی قبول نہیں کرتا۔ قرآن وسنت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر کافر کو غلبہ دے کر قاضی مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ عقلاً بھی کافر کو مسلم پر قاضی مقرر کرنا درست نظر نہیں آتا کیونکہ قاضی کا کام ہے کہ وہ اہل اسلام کے مابین شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فیصلے کرکے ان میں احکام اسلام کو نافذ کرے ان میں شرعی طریقے سے معاشی معاشرتی اور معاملاتی مسائل حل کرے جبکہ کافر دین اسلام سے بے بہرہ ہوتا ہے اور اسے احکامِ اسلام کا نفاذ عزیز نہیں ہوتا لہذا وہ مسلمانوں پر قاضی مقرر کیے جانے کے لائق نہیں ہوتا۔ البتہ کافر کو کافروں پر قاضی مقرر کیا جاسکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ "[21] اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہود ونصاری ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ نص کا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ غیر مسلم کو غیر مسلموں کے فیصلوں کے لئے قاضی مقرر کیا جاسکتا ہے۔

5۔ عادل ہو: یعنی قاضی صالح، شریف اور دیانت دار ہو کیونکہ عادل ہونا منصبِ قضا کی بنیادی ضرورت ہے اگر قاضی عادل نہ ہوگا تو منصبِ قضا کا مطلوب ہی مفقود ہوجائے گا لہذا انا انصاف، ظالم اور فاسق کو عہدۂ قضا دینا قطعاً جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا "[22] اے مسلمانو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ جب فاسق کی خبر مقبول نہیں تو اس کا فیصلہ بطریق اولیٰ غیر مقبول ہوگا۔ کسی فاسق کو قاضی بنادینے کے بارے علامہ حصکفی در مختار میں لکھتے ہیں: "الفاسق اهلها فيكون اهله لكنه لايقلد وجوبا ويأثم مقلده كقابل شهادته به يفتى "[23] فاسق شہادت کا اہل ہے لہذا قضا کا بھی اہل ہوگا، لیکن لازم ہے کہ ایسے کو قاضی مقرر نہ کیا جائے ورنہ مقرر کرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ ایسے کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے۔ البتہ اگر فاسق کو قاضی مقرر کردیا گیا تو اس کی قضا نافذ ہوجائے گی۔ فتح القدیر میں ہے: "فَالْوَجْهُ تَنْفِيذُ قَضَاءِ كُلِّ مَنْ وَلَّاهُ السُّلْطَانُ ذُو شَوْكَةٍ وَإِنْ كَانَ جَاهِلًا فَاسِقًا، وَهُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ عِنْدَنَا، فَلَوْ قُلِّدَ الْجَاهِلُ الْفَاسِقُ صَحَّ وَيُحْكَمُ بِفَتْوَى غَيْرِهِ "[24] صحیح وجہ یہ ہے کہ جس کو صاحب شوکت سلطان قاضی مقرر کردے اگرچہ وہ جاہل فاسق ہو اس کی قضا ہمارے ہاں نافذ ہوجائے گی یہی ظاہر مذہب ہے اور ایسی صورت میں وہ قاضی دوسرے کے فتوے پر عمل کرے گا۔

6۔ دیکھنے کی قوت ہو: کیونکہ نابینا شخص مدعی اور مدعا علیہ میں فرق نہ کرسکے گا لیکن علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے نابینا کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے اسی طرح اس کو قاضی بھی بنایا جاسکتا ہے کیونکہ اسے صرف جھگڑا کرنے والے کی ذات کو پہچاننے میں مشکل پیش آتی ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں بلکہ وہ تو بیان کردہ اوصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جیسے سیدنا داوٗد علیہ السلام نے دو فرشتوں کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔[25]

7۔سننے اور بولنے کی قوت ہو: کیونکہ سننے کی صلاحیت ہو گی تو ہی وہ فریقین کے مسئلہ کو سن کر فیصلہ دے گا اسی طرح گونگے شخص کے لیے بول کر فیصلہ دینا ناممکن ہے باقی رہے اشارات تو تمام لوگ انھیں سمجھ نہیں پاتے لہٰذا بہرے اور گونگے کو قاضی مقرر کرنا درست نہیں ہے۔[26]

8۔صاحب علم ہو: منصب قضا کی درکار صلاحتیوں میں سے ایک اہم ترین صلاحیت علم ہے لہٰذا منصب قضا کے مطابق علم کا ہونا نہایت ضروری ہے ماوردی کہتے ہیں"فاذا ثبت ماوصفنا من الشروط المعتبرة فی ولاية القضاء فلايجوز ان يولی الی بعد العلم باجتماعها فيه اما بتقديم معرفة واما باختبار ومسئلة"[27] شافعیہ نے تو اس شرط میں مزید شدت اختیار کرتے ہوئے ہوا کہا کہ قاضی ایسا شخص ہو جو اجتہاد کر سکتا ہو۔ البتہ احناف نے یہ کہا کہ قاضی کے لئے مجتہد ہونا شرط نہیں ہے متاخرین شافعیہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[28] البتہ احناف کے ہاں اگر کسی شخص میں یہ صفت پائی جاتی ہو تو اسے قاضی بنانا غیر مجتہد کو قاضی بنانے سے زیادہ اولی ہے۔ کنز الدقائق میں ہے:"والاجتهاد شرط الأولويّة"[29] اسی طرح ردالمحتار علی درالمختار میں ہے:"وينبغي أن يكون موثوقا به في عفافه وعقله وصلاحه وفهمه وعلمه بالسنة والآثار ووجوه الفقه والاجتهاد شرط الأولوية "[30] نیز علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :"وَشُرُوطُ الْقَضَاءِ تُعْتَبَرُ حَسَبَ الْإِمْكَانِ وَيَجِبُ تَوْلِيَةُ الْأَمْثَلِ فَالْأَمْثَلِ ...." ان شرائط کا حتی الامکان اعتبار کیا جانا چاہیے جو زیادہ علم تجزبہ اور معرفت والا ہو اس کو دوسروں پر ترجیح ہونی چاہیے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی دلالت بھی یہی ہے کہ دو فاسقوں میں سے جو زیادہ نفع و فائدے والا اور کم خرابی والا ہو اس کو والی (سربراہ) بنانا چاہیے۔[31]

تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں قاضی کے لئے درکار خَلقی و خُلقی صلاحیتیں:

تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں چند اخلاقی، معاملاتی اور معاشرتی خوبیاں ایسی ہیں جن سے قاضی کا متصف ہونا لازمی ہے ۔علامہ نسفی لکھتے ہیں کہ قاضی میں سب سے اعلیٰ اور اچھی خوبی یہ ہے کہ وہ غصے میں نہ آئے اور کسی فریق سے عناد و کینہ نہ رکھے، تند مزاج اور بد اخلاق نہ ہو۔[32] امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" قاضی کے لیے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ ان کے بغیر قاضی کا فیصلہ دینا درست نہیں یعنی دلائل، اسباب اور شہادتوں کی معرفت اور ان کا علم کیونکہ دلیل سے اسے شرعی حکم معلوم ہو گا۔ اسباب سے اسے معلوم ہو گا کہ زیرِ غور مقدمے میں یہ حکم لگتا ہے یا نہیں اور گواہیوں سے اختلاف کے وقت فیصلہ کرنا ممکن ہو گا اگر ان تین میں سے کسی ایک میں غلطی ہو گئی تو فیصلہ کرنے میں غلطی واقع ہو جائے گی۔[33]

قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ درشت نہ ہو لیکن ہر اعتبار سے مضبوط ہو تاکہ ظالم اس سے کوئی غلط طمع نہ رکھے نیز وہ حلیم الطبع ہو اسے چاہیے کہ فیصلے میں کمزوری نہ دکھائے تاکہ صاحبِ حق اس سے خوف نہ کھائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:" حکمرانی کرنے کے لیے دو چیزیں رکن کا درجہ رکھتی ہیں یعنی قوت اور امانت لہٰذا قاضی کو چاہیے کہ وہ حلیم ہو تاکہ کسی فریق کے بیان پر غصے میں نہ آئے کہ وہ صحیح فیصلہ دینے کے لیے رکاوٹ بن جائے۔ لہٰذا حلم زینت اور اس کا حسن و جمال ہے جس کی ضد جذبات میں آنا جلد بازی کرنا اور عدم ثبات ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ علم والا ٹھنڈے مزاج کا حامل اور

حوصلہ مند ہو تاکہ جلد بازی اور جوش کی وجہ سے اس سے ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جو اس کے لائق نہ ہو۔ وہ فطین و فہیم ہو تاکہ کوئی فریق اسے دھوکہ نہ دے سکے وہ عفیف ہو پاک دامن ہو۔یعنی خود کو حرام کاموں سے بچانے والا ہو۔ صاحب بصیرت ہو اور اپنے سے پہلے قاضیوں کے فیصلوں سے آگاہ ہو۔ قاضی کی جگہ ومقام یعنی عدالت ممکن حد تک شہر کے وسط میں ہو تاکہ تمام اہل شہر اس کے پاس آسانی سے پہنچ سکیں۔ اگر وہ مسجد کو جائے عدالت بنائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں چنانچہ خلفائے راشدین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد ہی میں لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے قاضی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فریقین کے ساتھ بات چیت کے لہجے الفاظ کے استعمال اور نشست گاہوں میں مساوات اور عدل و انصاف کا خیال رکھے۔ ھکذا فی الھدایہ والفتای الکبری وسائرالکتب الفقہ[34]

قاضی پر لازم ہے کہ وہ دونوں فریقوں کو اپنے سامنے بٹھائے ان کی طرف توجہ کرے اور ان سے گفتگو کرنے میں عدل و انصاف کرے۔ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو امتیازی جگہ پر بٹھانا یا اس پر زیادہ توجہ دینا یا ایک فریق کے استقبال کے لیے کھڑے ہونا یا اس سے مشورہ لینا منع ہے تاکہ یہ چیز دوسرے فریق کے لیے دل شکنی کا سبب نہ بنے نیز اس کا اثر یہ بھی ہو گا کہ جس فریق کو کم تر سمجھا گیا ہے اس کے دلائل کو کمزور سمجھا جائے گا اور اس کی زبان لڑکھڑائے گی۔ یہ کیفیت افسوسناک ہے۔" سیدنا ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ[35]" رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو قاضی کے سامنے بٹھایا جائے"۔

مذکورہ صفات کے علاوہ چند صفات ایسی بھی ہیں جن کا پایا جانا ہر طبقہ کے قائد کے لئے ضروری ہے لامحالہ ان صفات کا قاضی میں پایا جانا بھی لازمی ہے۔ وہ صفات درج ذیل ہیں۔

1۔ خدا خوفی: خدا خوفی ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو اعتدال کے راستے پر گامزن رکھتا ہے اور نفسانی خواہشات سے دور رکھ کر منصبی فرائض دیانتداری سے ادا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، دراصل انسانی معاشرے میں برائی کا رجحان نیکی کے رجحان سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ برائی میں بڑی جاذبیت اور لذت ہوتی ہے۔ شیطان برائی کو اس طرح مزین کرتا ہے کہ بڑے بڑے پھسل جاتے ہیں۔ اگرچہ ایسے میلان ورجحان کو روکنے اور سزا دینے کے لیے قوانین بھی موجود ہیں لیکن اس سے رکنا صرف خدا خوفی اور آخرت میں جواب طلبی کے احساس سے ہی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا خوفی بلندی درجات اور قرب الٰہی کے حصول کا سبب اور ذریعہ ہے۔ جیسا کہ سورہ رحمٰن کی یہ بشارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ"[36] جو انسان اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں" فطری طور پر انسان ہر اس چیز کی طرف آسانی سے مائل ہو جاتا ہے جس میں اسے کوئی فائدہ نظر آئے لہٰذا قاضی میں خدا خوفی کا ہونا ازحد ضروری ہے تاکہ وہ خواہشات کے مطابق فوائد حاصل کرنے کی غرض سے لوگوں کے من چاہے فیصلے نہ کرے بلکہ عدل وانصاف کو قائم رکھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "رَأْسَ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللَّهِ"[37] حکمت کی اصل خدا خوفی ہے۔

لہذا خدا خوفی ہی ایک قاضی کو عدل وانصاف کے راستے پر گامزن رکھ سکتی ہے۔لہذا قاضی کے لئے خدا خوفی کا ہونا امر لازم ہے۔

2۔ تحمل: تحمل مزاجی ایک ایسا وصف ہے جو ہر طبقہ کے لیڈر میں ہونا ضروری ہے بالخصوص قاضی میں یہ وصف بطریق اتم موجود ہو کیونکہ اگر قاضی جذباتی ہو گا اور غصہ کی حالت میں فیصلے کرے گا تو فیصلوں میں غلطی کا قوی امکان ہو گا لہذا قاضی کے لیے حرام ہے کہ وہ غصے کی حالت میں فیصلہ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ[38]" کوئی حاکم غصے کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غصے کی حالت میں انسان کے دل ودماغ پر دباؤ اور کھچاؤ ہوتا ہے نیز غصے کی کیفیت کمال فہم کے لیے مانع ہے۔ غصے سے نظر انصاف دھندلا جاتی ہے علم وحلم کی راہ گم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب قاضی ذہنی انتشار اور تناؤ کا شکار ہو، اسے سخت بھوک یا پیاس لگی ہو، وہ شدید غم سے دوچار ہو اکتاہٹ یا اونگھ میں ہو سردی یا گرمی کی شدت نے اسے پریشان کر رکھا ہو یا قضائے حاجت کی ضرورت محسوس کر رہا ہو تو یہ سب صورتیں ایسی ہیں جو قاضی کے ذہن کو مشغول رکھ کر اسے کسی مثبت نتیجے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں لہذا یہ صورتیں بھی غصے والا ہی حکم رکھتی ہیں، ان احوال میں بھی قاضی کے لئے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

3۔ رشوت سے اجتناب: اللہ تعالی نے جن چیزوں کو سخت حرام قرار دیا ہے ان میں سے ایک رشوت بھی ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی بہت مذمت آئی ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ"[39] اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر باہم رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے)۔ اور فرمایا "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ"[40] اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت کے طور پر) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔ اور فرمایا "سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ اَ كّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ"[41] جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي[42] رشوت دینے اور رشوت لینے والے (دونوں) پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ رشوت دو طرح کی ہوتی ہے۔

1۔ جو کسی ایک فریق سے وصول کی جائے تاکہ اس کے حق میں باطل اور ناجائز طور پر فیصلہ دیا جاسکے۔
2۔ کسی فریق کو اس کا جائز حق دینے کے لیے اس سے رشوت کا مطالبہ کرنا۔ دونوں صورتوں میں رشوت کا مطالبہ ناجائز اور ظلم عظیم ہے۔

پہلی قسم کی رشوت کے بارے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ "هو حرام على الآخذ والمعطي" یہ رشوت لینا اور دینا حرام ہے۔ اور دوسری قسم کے بارے لکھتے ہیں "ارتشاء القاضي ليحكم وهو كذلك ولو القضاء بحق؛ لأنه واجب

علیہ" قاضی کو رشوت دینا تاکہ وہ (اس کے حق میں) فیصلہ کرے وہ بھی اسی طرح (لینا اور دینا حرام) ہے اگرچہ حق کا فیصلہ ہو کیونکہ وہ اس پر (رشوت لیے بغیر بھی) واجب ہے۔[43]

رشوت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ قاضی کے لیے اس شخص کا تحفہ قبول کرنا بھی حرام ہے جو اسے عہدۂ قضا پر فائز ہونے سے قبل تحفے نہیں دیا کرتا تھا۔ حضرت ابو حمید الساعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ" [44] حکومت کے کارندوں کا تحائف قبول کرنا خیانت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی تحفے تحائف دینے کی ماضی میں عادت نہیں تھی اس سے اب تحفہ قبول کرنا اس کے حق میں فیصلہ دینے کا سبب شمار ہو گا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں "في الأقضية قسم الهدية وجعل هذا من أقسامها"[45] اور قاضی کو ہدایا وغیرہ دینا بھی انہیں (حرام) کی اقسام سے شمار ہو گا۔ البتہ قاضی بننے سے پہلے کوئی ہدیہ دیتا تھا یا فیصلہ ہو جانے کے بعد کسی نے ہدیہ دے دیا جس کا قاضی کو کوئی لالچ اور طمع نہ تھا تو وہ ہدایا لینا اور دینا جائز ہو گا۔ تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ قاضی کے لیے رشوت قبول کرنا حرام ہے۔

4۔ عرف وعادت سے آشنائی: اگر قاضی لوگوں کے عرف سے ناواقف ہو گا تو اپنے بہت سارے فیصلوں میں خطا کا شکار ہو گا کیونکہ لوگوں کے مالی، معاملاتی، معاشی اور معاشرتی بہت سارے مسائل و تنازعات کا تعلق عرف سے ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ احکام جو عرف اور عادت پر مبنی ہوں وہ عادات کے بدلتے رہنے سے بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شہاب الدین لکھتے ہیں "اَنَّ لْأَحْكَامَ الْمُتَرَتِّبَةَ عَلَى الْعَوَائِدِ تَدُورُ مَعَهَا كَيْفَ مَا دَارَتْ وَتَبْطُلُ مَعَهَا إِذَا بَطَلَتْ كَالنُّقُودِ فِي الْمُعَامَلَاتِ وَالْعُيُوبِ فِي الْأَعْرَاضِ فِي الْبِيَاعَاتِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَلَوْ تَغَيَّرَتْ الْعَادَةُ فِي النَّقْدِ وَالسِّكَّةِ إِلَى سِكَّةٍ أُخْرَى لَحُمِلَ الثَّمَنُ فِي الْبَيْعِ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ عَلَى السِّكَّةِ الَّتِي تَجَدَّدَتْ الْعَادَةُ بِهَا دُونَ مَا قَبْلَهَا وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ عَيْبًا فِي الثِّيَابِ فِي عَادَةٍ رَدَدْنَا بِهِ الْمَبِيعَ فَإِذَا تَغَيَّرَتْ الْعَادَةُ وَصَارَ ذَلِكَ الْمَكْرُوهُ مَحْبُوبًا مُوجِبًا لِزِيَادَةِ الثَّمَنِ لَمْ تُرَدَّ بِهِ وَبِهَذَا الْقَانُونِ تُعْتَبَرُ جَمِيعُ الْأَحْكَامِ الْمُرَتَّبَةِ عَلَى الْعَوَائِدِ وَهُوَ تَحْقِيقٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ لَا خِلَافَ فِيهِ"[46] کہ جو احکام عرف اور رواج پر مرتب ہوتے ہیں وہ انہی کے ساتھ گھومتے ہیں جیسے بھی وہ گھومیں اور یہ عرف کے ساتھ باطل ہو جاتے ہیں جب وہ باطل ہوں۔ جیسے سکے کی معاملات میں تجارتی مال خرابی اور عیب کا ہونا اور ایسی دوسری صورتیں۔ اگر نقدی سکہ کا رواج بدل جائے اور ایک سکہ دوسرے سکہ کی جگہ لے لے۔ تو بیع میں بطور ثمن اس سکہ کا اعتبار ہو گا جو عادت کی وجہ سے نیا رائج ہو، نہ کہ پرانے سکہ کا۔ اور اسی طرح جب کپڑے میں خرابی عیب شمار ہوتی ہو تو اس مبیعہ کو اس عیب کی وجہ سے لوٹایا جا سکتا تھا۔ پس جب عادت بدل جائے اور اس عیب کو پسند کیا جانے لگا اور وہ قیمت کی زیادتی کا موجب بھی ہو تو اس کو لوٹایا نہیں جائے گا اور یہ قانون معتبر سمجھا جائے گا ان تمام احکام میں جو عرف اور عادت کی وجہ سے مرتب ہو جائے۔ اور تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس قانون کی رعایت کی جائے گی فتووں میں ہر زمانہ کے اندر پس جب کبھی نیا عرف پیدا ہو گا اس کا اعتبار ہو گا اور جب وہ ساقط ہو گا تو اس کا حکم بھی ساقط ہو جائے گا۔

قاضی کے لئے عرف کا جانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ عرف کو نص کی حیثیت حاصل ہوتی ہے جس کے خلاف فیصلہ کرنا روحِ اسلام اور تعلیمِ اسلام کے منافی ہے قواعد الفقہ میں ہے "الثابت بالعرف کالثابت بالنص"[47] جو چیز عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت ہونے کی مانند ہے" اسی طرح مصطفی زحیلی لکھتے ہیں "التعیین بالعرف کالتعیین بالنص"[48] جو عرف سے متعین ہو جائے اس کا تعین نص سے ثابت سمجھا جائے گا" اور علامہ شامی کہتے ہیں کہ "ومن لم یدر بعرف أهل زمانه فهو جاهل"[49] جو زمانہ کے عرف سے ناواقف ہوں وہ جاہل ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ قاضی اگر عرف وعادات سے واقف نہ ہو گا تو اس کے لئے فیصلہ کرنا نہ صرف مشکل ہو گا بلکہ بعض دفعہ غلط بھی ہو جائے گا لہذا اس کے لئے درکار صلاحتیوں میں سے عرف کو جاننے کی صلاحیت کا حامل ہونا بھی ضروری ہے۔

5۔ رواداری: رواداری ایک ایسا وصف ہے جس کا ہر طبقہ کے کامیاب لیڈر میں ہونا مطلوب اسلام ہے کیونکہ اگر لیڈر افرادی، قومی، لسانی یا مذہبی تقسیم میں بٹا ہوا ہو گا اور تعصب کا شکار ہو گا تو اس کا کامیاب ہونا اور سب کے لئے مقبول ہونا ناممکن ہے۔ اسی طرح ایک قاضی نے لوگوں میں فیصلے صرف میرٹ کی بنیاد پر ہی کرنے ہوتے ہیں اگر اس پر مذہبی یا طبقاتی تقسیم اثر انداز ہوئی تو وہ میرٹ کو مد نظر رکھنے کی بجائے تعصبانہ بنیادوں پر فیصلے صادر کرے گا اس لئے قاضی کا روادار ہونا اور مذہب ومعاشرہ کے تمام طبقات کے لئے یکساں جذبات رکھنا اس کے منصبی فرض کو ادا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اسلام اس کا بھرپور تقاضا کرتا ہے کہ قومی، لسانی اور مذہبی تفریق کی وجہ سے کسی سے ناانصافی نہ کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ"[50] اے ایمان والو! مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ اللہ کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اور نہ ابھارے تمہیں کسی قوم کی عداوت اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو تم ہمیشہ عدل کرتے رہو، وہ زیادہ قریب ہے تقوی کے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ خوب خبر دار ہے۔ کسی مسلم تو کجا اسلام ان غیر مسلموں کے حقوق کا بھی پاسداری ہے جو مسلمانوں کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ اسلام ان کے ساتھ عدل وانصاف اور ان کے تمام حقوق کی رعایت کا حکم دیتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "أَ لَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[51] خبردار جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا یا اس سے اسکی خوشی کے بغیر کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن اس کا مقدمہ میں خود لڑوں گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ قاضی میں درکار صلاحیوتوں میں روادار ہونا بھی ضروری ہے تا کہ وہ ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز عدل وانصاف کر سکے۔

6۔ دیانتداری: قاضی، حاکم اور تمام فیصلہ کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری دیانتداری سے معاملہ کے حقائق تک پہنچنے کی حتی المقدور کوشش کریں اور پوری دیانت داری کے ساتھ فریقین کے دلائل کی سماعت کریں پھر قوت دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کریں، اس میں قرابت، خاندان، قوم، علاقہ اور مذہب ومسلک وغیرہ کو ہرگز دخل نہ دیں، اگر فیصلہ کرنے والوں نے کسی ذہنی تحفظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا تو گویا اس نے خیانت کی اور بڑے گناہ کا ارتکاب کیا؛ اس لیے کہ

قاضی حاکم وغیرہ اپنے ماتحتوں کے حق میں امین ہوتا ہے امانت داری کا انھیں پوراپوراپاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔ گاؤں دیہات وغیرہ کے سرپنچ کا بھی یہی حکم ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دو لوگوں کے درمیان بھی کسی بارے میں فیصل بنایا جائے تو وہ بھی امین ہوتا ہے 'اللہ تعالی کو حاضر وناظر رکھ کر اور اپنی گرفت کا احساس کرتے ہوئے اسے صحیح صحیح فیصلہ کرنا چاہیے 'کسی کی جانب داری اس کے لیے باعث ہلاکت ہے۔ قاضی کے پاس منصبِ قضا ایک امانت ہے جس میں حقوق والوں کے حقوق کی ادائیگی اس پر فرض ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا"إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا"[52]"اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچادیا کرو"۔ معلوم ہوا قاضی کا دیانتدار ہونا نہایت ضروری ہے۔

7۔ **خیر خواہی وخدمتِ خلق کا جذبہ:** ایک قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی منصبی خدمات جذبۂ خیر خواہی اور جذبۂخدمت خلق کے ساتھ ادا کرے تاکہ اس کا یہ عمل لوگوں کے لئے نفع بخش ہو اور اس کے لئے بھی باعثِ نجاتِ آخرت ثابت ہو۔ کیونکہ کوئی بھی کام خیر خواہی کے جذبے کے بغیر شرع کو مطلوب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قضاۃ تو کجا ہر عام آدمی سے ہمیشہ یہی مطالبہ کیا کہ وہ اپنے اندر تمام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھیں صحیح مسلم میں ہے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ"[53] دین خیر خواہی ہے(روای کہتے ہیں کہ) ہم نے عرض کی کس کے لئے ؟تو آپ نے فرمایا، اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کے لئے۔ اس حکم میں عبارۃ النص سے واضح ہے کہ آپ نے عوام وخواص تمام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا مطالبہ فرمایا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کی خیر خواہی پر بیعت لیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ"[54]میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور تمام مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جب عام مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ دیگر مسلمانوں کی خیر خواہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھے تو منصب قضا پر فائز ہونے والے شخص کے لئے بطریق اولیٰ لازم ہے کہ اس کے اندر تمام مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کی صلاحیت بطریق اتم موجود ہو۔

خلاصۂ بحث

کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس میں عدل وانصاف قائم نہ ہو بلکہ جس قوم میں ظلم وستم حد سے بڑھ جائے وہ قوم زمین پر زیادہ دیر باقی نہیں رہ سکتی، لہٰذا عدل وانصاف معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے جس کا قیام اہل قاضی کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ خلفاء راشدین اور اسلاف صالحین نے امت مسلمہ کے مسائل ومعاملات حل کرنے اور معاشرہ کے قیامِ امن کے لئے ہمیشہ اہلیت کے حامل قاضی مقرر کیے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں منصبِ قضا صرف اسے دیا جائے جو مکلف شرع، مرد، آزاد، مسلمان، عادل ہو اور اس میں دیکھنے، سننے اور بولنے کی قوت موجود ہو اس کے ساتھ ساتھ وہ منصب قضا کے مطابق علمی صلاحیت کا حامل بھی ہو مزید بر آں اس میں

اخلاقی صفات کا پایا جانا بھی اشد ضروری ہے یعنی اس میں خدا خوفی، تحمل مزاجی، رواداری، دیانتداری اور جذبۂ خیر خواہی جیسے عمدہ اخلاق موجود ہوں اور وہ عرف وعادت سے بھی مکمل واقفیت رکھتا ہو۔

تجاویز و سفارشات

1۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ججز قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کرنے کے پابند ہیں اس لیے ان کی تقرری کے لئے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم لازمی قرار دی جائے تاکہ وہ قرآن فہمی اور درکِ سنت کے بعد فیصلے صادر کریں۔

2۔ گورنمنٹ کی طرف سے ضلعی سطح پر تعلیمات اسلامیہ کے عین مطابق کم از کم ایک قاضی شرع مقرر کیا جائے جو صرف (نکاح، طلاق اور خلع وغیرہ جیسے) مذہبی مسائل کے فیصلے صادر کرے تاکہ لوگ مذہبی مسائل پر کسی ہچکچاہٹ کے بغیر عمل پیرا ہو سکیں۔

References

1 Al-Nahl, 16: 90

2 Al-Maida,5:8

3 Al-Nissa,4:58

4 Al Qashiri, Muslim bin Hijjaj, *Al-Jamih Al-Sahih* (Bairut: Dar-e-Ahya al-Trash al-Arbi), 3:1458

5 Al-Quraish, 106: 4

6 Al-Baqra,2: 126

7 Al-Bukhari, Muhammad Bin Ismail, *Al-Jamih Al-Sahih* (Bairut: Dar-e-Tooq al-Nijah) 1:133

8 Ibn-e-Manzūr al-Afrīqī, *Lisān al-ʻArab* (Qum: Nashr Adab al- Ḥauzah, 1405 AH), 15:186.

9 Al-Maidah,5: 49

10 Sad,38: 26

11 Murginani, Ali bin Abi Bakar, *Al-Huddaya* (Bairut: Dar-e-Ehya al-Trash al-Arbi) 3:101

12 Ibn-e-Taimia, Taqqi ud Din, *Al-Fattawa al-Kubra* (Bairut: Dar ul Kutab al Ilmiya) 5:555

13 Ibid, p. 556

14 Abū Dāwūd, Sulymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd* (Bairut: Al-Maktaba al-Asria), 4: 141.

15 Al-Shami, *Rad Al-Mukhtar* (Bairut: Dar ul Fikar) 1:174

16 Al-Bukhari, *al-Jamih Al-Sahih* 6:8

17 Al-Haski, Ali bin Muhammad, *Dar Mukhtar Sharah Tanvir al-Absar*, 5:40

---

[18] Al-Marvi, Abu Al-Hassan, *Adab al-Qazi*, (Baghdad: Mutbah al-Aani) 1:620-21

[19] Al-Nisa, 4: 141

[20] Al-Bukhari, *Al-Jamih Al-Sahih*, 2:93

[21] Al-Maida,5: 51

[22] Al-Hujjrat, 49: 6

[23] Al-Haski, *Dar mukhtar sharah Tanvir al-Absar*, 5:356

24 Ibn-e-Hammam, Kamal ud Din, *Fatah al-Qadeer* (Bairut: Dar ul fikar) 7:253

[25] Ibn-e-Taimia, Taqqi ud Din, *Al-Fattawa al-Kubra*, 5:558

[26] Alā al-Dīn al-Kasānī, *Badāi al-Ṣanāi* (Beirūt: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyah, 1424 AH), 7: 3

[27] Abu Al Hassan Al-Marvardi, *Al-Ahkam al-Sultania* (Qahira: Mutbua) 67

[28] Ibid

[29] Abu al Barkat Al-Nasfi, *Kanz Al-Daiq* (Bairut: Dar Al Bashair al-Islamia) 1:459

[30] Alau Din Ali bin Muhammad Al-Haski, *Dar mukhtar sharah Tanvir al-Absar*, 5:365

[31] Ali bin Abi Bakar al- Murginani, *Al-Huddaya,* 3:101

[32] Abu al Barkat Al-Nasfi, *Kanz Al-Daiq,* 1:459

[33] Ibn-e-Qaim, Muhammad bin Abi Bakar (751), Badaih Al-fawaid, Bairut: Dar al kutab al Arbi, vol.4, p. 12

[34] Murginani, Ali bin Abi Bakar (593), Al-Huddaya, vol.3, p.101

35 Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd* 3: 302

36 Al-Rehman, 55: 46

37 Ibn e Abī Sheibah, *Al-Muṣannaf,* (Riaz: Maktabah al-Rasheed,) 7:106

[38] Al-Bukhari, *Al-Jamih Al-Sahih*, 9:65

[39] Al-Nisa, 4: 29

[40] Al-Baqrah,2: 188

[41] Al-Maidah,5: 42

[42] Abu Abdullah Ibn-e-Majah Al Qazvini, *Al-Sunnan Ibn Majah* (Bairut: Dar-e-Ehya al-Kutab) 2:775

[43] Ibn-e-Abdin Al-Shami, *Rad al-Mukhtar Alah dara ul dar ul Mukhtar,* 5:362

[44] Ahmad bin Hanbal Al Shaibani, *Masnad Ahmad* (Bairut: Masua al Risala), 39:14

[45] Al-Shami, *Rad al-Mukhtar,* 5:362

[46] Shahab ud Din Al Malki, *Al-farooq Lil qurafi,* 1:176

[47] M. Ameem Al-Ahsan, *Qawaid al-fiqah* (Karachi: Sadaf publisher) 1:74

[48] Muhammad Mustafa Al-Zukhaili, *Al-Qawaid al-faqiha*, (Damishq: Dar al-fikar) 1:245

[49] Al-Shami, *Rad al-Mukhtar*, 3:724

[50] Al-Maidah,5:8

[51]Abu Dawud, *Sunan Abi Dawud*, 3:170

[52] Al-Nisa,4: 58

[53] Al-Qashiri, *Al-Jamih Al-Sahih*, 1:74

[54] Al-Qashiri, *Al-Jamih Al-Sahih*, 1:74